تصدیق لفظ شیعہ
بجواب
تحقیق لفظ شیعہ
مصنّف
عبدالکریم مشتاق

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ہیں

مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں۔

منجانب۔

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدرآباد پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(حدیث نبوی) (فرمان رسول)

عن جابر بن عبد اللہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا علی انت وشیعتک هم الفائزون

ترجمہ: حضرت جابرؓ بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ "اے علیؑ" تو اور تیرے شیعہ جنتی ہیں (روایت اہلسنت)

(چوتھا ایڈیشن اضافہ شدہ)

تصدیق لفظ شیعہ

(قرآن مجید احادیث رسول لغت اور تاریخ کی روشنی میں)

بجواب

"تحقیق لفظ شیعہ" مصنف محمد امین صاحب خادم اہلحدیث کامونکی

از قلم: عبد الکریم مشتاق

ناشران: رحمت اللہ بک ایجنسی رام پاٹ روڈ بمبئی بازار کھارادر کراچی نمبر ۲

بفضلِ خدا بطفیلِ رسولِ خدا و شیرِ خدا ناچیز کو سنہ ۱۹۶۸ء میں یہ رسالہ تالیف کرنے کی توفیق نصیب ہوئی۔ اب اس کا پانچواں ایڈیشن آپ کے زیرِ نظر ہے۔

جماعت اہلِ حدیث کے ایک صاحب مسمی محمد امین صاحب خادم کامونکے ضلع گوجرانوالہ نے ایک رسالہ بنام "تحقیق لفظِ شیعہ" شائع کیا۔ جس میں لفظِ شیعہ کو مذموم اور خدا کا ناپسندیدہ لفظ قرار دیا۔ چونکہ نام کا سوال تھا لہٰذا غیرتِ ایمانی نے جوش مارا اور ٹوٹی پھوٹی عبارت میں یہ مختصر جواب دے کر معاند کے دانت کھٹے کر دیئے تادمِ تحریر یہ رسالہ لاجواب ہے حالانکہ اسے بذریعہ رجسٹری ڈاک خادم صاحب کو ارسال کر دیا تھا۔

جب خادم صاحب سے رجوع کیا گیا کہ آپ نے جواب کے بارے میں سکوت کیوں فرمایا تو انہوں نے بایں الفاظ جواب دیا۔

"آپکی کتاب "تصدیقِ لفظِ شیعہ" کا جواب اس لئے نہیں دیا کہ اس میں کوئی مواد بھی قابلِ جواب نہیں ہے۔ یہ کتاب میری تصنیف "تحقیق لفظِ شیعہ" کا ہر طور پر تائیدی ثبوت پیش کرتی"۔ پس مندرجہ بالا عبارت کے مفہوم سے ثابت ہے کہ جو کچھ میں نے لکھا ہے خادم صاحب کو اس سے کوئی اختلاف نہیں ہے اور میری معروضات کو ان کی تائید حاصل ہے۔ الخموشی نیم رضا۔ شکراً اللہ (مؤلف)

۷۸۶

تصدیق لفظ شیعہ

قرآن مجید، احادیثِ رسول، لغت اور تاریخ کی روشنی میں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَآلِہِ الطَّاهِرِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ

قَالَ اللّٰہُ فِیْ کِتَابِ الْمَجِیْدِ ط

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

مِلَّۃَ اَبِیْکُمْ اِبْرَاهِیْمَ هُوَ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ ۷

(پارہ ۱۷ سورۂ حج آیت ۷۸)

آیتِ منقولہ میں ارشادِ ربانی ہے کہ ملّت تمہارے باپ ابراہیم کی ہے اسی نے تمہارا نام مسلمان رکھا۔

اگرچہ اس آیۂ مبارکہ میں خطاب اُن ہستیوں سے ہے جو ذُرّیتِ ابراہیم ہیں۔ کیونکہ لفظ "اَبِیْکُمْ" موجود ہے اور ظاہر ہے کہ تمام مسلمان اولادِ ابراہیم نہیں ہیں۔ تاہم سب مسلمان مدعیانِ اتباع ہونے کی وجہ سے "ملّتِ ابراہیم" کہلاتے ہیں۔ لیکن آج ہم مسلمانوں کی موجودہ حالت دیکھ کر اسلام کو نہیں سمجھ سکتے، کیونکہ مسلمانوں میں کسی قسم کی بھی یک جہتی نہیں ہے، اور اس قدر اختلاف ہے کہ نو وارد کیلئے تحقیقِ حق جوئے شیر لانے کے مترادف ہے،

لیکن بمطابق کلامِ خدا اسلام "دینِ قیّم" ہے۔ لہٰذا حقیقی اسلام کسی بھی لمحے نابود نہیں ہو سکتا۔ البتہ بوجہ اختلافات اُسے شناخت کر لینا ذرا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ لیکن ہر داعیِ اسلام پر واجب ہے کہ وہ تعصب و طرفداری کو بالائے طاق رکھتے ہوئے انتہائی خلوص اور دیانت داری سے تلاش کرے کہ حقیقی اسلام کس گروہ میں ہے؟

اس تلاش میں ایک محقق کے لیے بہت سے مسالک کی چھان بین ضروری ہو گی۔ لیکن راقم الحروف کے نزدیک یہ کام کوئی زیادہ مشکل نہیں ہے۔ اس کے لئے ہم صرف یہ دیکھتے ہیں کہ اگر اسلام "دینِ قیّم" ہے تو یہ امر محال ہے کہ کسی بھی وقت اصل دین اس دنیا میں موجود نہ ہو۔ کیونکہ ایسا تسلیم کر لینے سے انکارِ کلامِ الٰہی ہوتا ہے۔ چنانچہ اب ہم تاریخِ اسلام کی مدد سے بڑی آسانی سے اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں کہ اسلام کے سب سے پرانے گروہ صرف دو ہیں۔

۱:- سُنّی ۲:- شیعہ

ان کے علاوہ دیگر مذاہب کا وجود قرنِ اوّل (صحابہ و تابعین کا زمانہ) میں نہیں تھا۔ لہٰذا ان ہی دو میں کا ایک مذہب راہِ حق پر ہے۔

اس ضمن میں جب ہم دونوں مذاہب کا موازنہ کرنا شروع کرتے ہیں تو سب سے پہلے ان کے القاب زیرِ غور آجاتے ہیں۔ یعنی اہلسنۃ والجماعۃ (سُنّی) اور شیعہ ظاہر ہے کہ قرآنِ مجید میں لفظ سُنّی یا اہلسنۃ والجماعۃ کا کلمہ ایک جگہ بھی نہیں مل پاتا۔ اسی طرح احادیثِ نبوی

میں بھی یہ نام بطورِ مذہب مفقود ہے۔ دوسری جانب ہم دیکھتے ہیں کہ "شیعہ" کا لفظ قرآنِ مجید میں متعدد مرتبہ آیا ہے۔ مختصر یہ کہ لقب "شیعہ" قرآن سے اور اسی طرح احادیث و اخبارِ پیغمبرؐ میں بھی "شیعہ" کا ذکر کئی جگہوں پہ ہے۔

یہ خاصیت صرف مذہبِ شیعہ ہی کو حاصل ہے کہ اس کا نام قرآنِ حکیم اور احادیث میں ملتا ہے۔ اور باقی اسلامی فرقوں کو یہ شرف حاصل نہیں ہے۔ اور یہ ایسا صحیح دعویٰ ہے جو کسی بھی صورت سے غلط ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ باوجودیکہ بعض افراد نے کوشش کی کہ اپنے مذاہب کو قرآن مجید سے ثابت کرسکیں اور "شیعہ" کی تردید کریں۔ لیکن سخت ناکام رہے انہی لوگوں میں سے مسمی محمد امین صاحب خادم ہیں جنہوں نے تنکے کا سہارا لیتے ہوئے لکھا۔ "امتِ محمدیہ کا واحد نام مسلمان ہے۔ اور یہی نام ہر نبی پر ایمان لانے والوں کا مرقوم ہے۔ لیکن "شیعہ" نام سے کسی نبی کی امت کو قرآن نے ظاہر نہیں کیا۔ اس لئے خدا اور انبیاء کے منتخب شدہ نام چھوڑ کر اپنے مذہب کا شیعہ نام رکھنا قرآن حکیم کے خلاف ہے" ص۲

(تحقیق لفظِ شیعہ" مصنفہ محمد امین خادم۔ انجمن شبان اہلحدیث رجسٹرڈ کاموں کی)

اگر یہ بات جو خادم صاحب نے تحریر کی ہے درست فرض کرلی جائے تو تمام اسلامی فرقوں کے نام ختم کر دینے چاہیئں۔ اور اس سلسلے میں سب سے پہلے انہی کو "اہلِ حدیث" نہیں لکھنا چاہیئے۔ حالانکہ محولہ کتابچہ پر جلی حروف میں "انجمن شبان اہلحدیث" لکھا ہے۔ جہاں تک امتِ محمدیہ کے

واحد نام "مسلمان" ہونے کا تعلق ہے تو اس پر سارے فرقے عملاً متفق ہیں اور خصوصاً "شیعوں" کا مسلمان ہونا تو سبھی تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن چونکہ فرقہ بندی ہو چکی ہے اور امت میں اختلاف ہو گیا ہے لہذا اپنے اپنے عقائد وارکان کے مطابق شناخت کے طور پر مختلف گروہوں نے نئے نئے الگ الگ نام تجویز کر لئے ہیں۔ لیکن شیعانِ علیؑ کا نام "شیعہ" کوئی نیا نام نہیں ہے۔ اور یہ بات ابتداء میں ثابت کر دی گئی ہے۔

کیا "شیعہ" نام رکھنا خلاف قرآن ہے؟

اب یہ سوال زیر غور آتا ہے کہ کیا مسلمان کے لئے "شیعہ" کہلوانا قرآنِ مجید کے خلاف ہے؟ چنانچہ اس سوال کا جواب ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی سے دریافت کرتے ہیں۔ اے خلیل خدا آپ نے ہی ہم مسلمانوں کا نام "مسلمان" رکھا لہذا فرمایئے کیا ہم مسلمان ہوتے ہوئے "شیعہ" کہلوا سکتے ہیں یا نہیں۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ جواب ارشاد فرماتے ہیں کہ قرآنِ مجید کی اس آیت کو دیکھو کہ میں (جس نے تمہارا نام مسلمان رکھا اور اس نام کو اپنے بیٹے اور اپنی اولاد کے لئے پسند کیا۔) نے خود اپنے آپ کو اپنے خلیل رب جلیل سے "شیعہ" کہلوایا۔

وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ (۳۷/۸۳ الصافات)

(بے شک ابراہیمؑ (نوحؑ کے) شیعوں میں سے تھے)

اب جب کہ خود صاحبِ ملت ہستی جس نے ہمارا نام مسلمان رکھا

اپنے کو شیعہ کہلوانا (وہ بھی بزبانِ خدا) خلافِ قرآن نہیں سمجھتے تو پھر خادم صاحب کا مفروضہ یکسر باطل قرار پاجاتا ہے۔ البتہ شیعہ کے علاوہ دیگر القابات جو برادران اسلام نے منتخب کئے ہوئے ہیں وہ خلافِ قرآن ہو سکتے ہیں کیونکہ اُن کا تذکرہ کتاب صادق میں کسی جگہ نہیں ملتا ہے۔ چنانچہ اب ہم لفظِ "شیعہ" کی تحقیق پیش کرتے ہیں تاکہ ناظرین فیصلہ کر سکیں پیشتر اس کے کہ ہم لفظِ "شیعہ" کے لغوی معنی کسی لغت سے نقل کریں ہم کتابچہ "تحقیقِ لفظِ شیعہ" مصنفہ محمد امین خادم شائع کردہ انجمن شبانِ اہلحدیث کامونکے کے صفحہ نمبر ۴ سے عبارت نقل کرتے ہیں تاکہ محمد امین صاحب خادم اور ان کے ہم نواؤں کے لئے حجت قرار پائے۔

"شیعہ" کے معنی

لفظِ "شیعہ" عربی ہے جو کہ عام طور پر فرقوں اور گروہوں پر بولا جاتا ہے۔ گو کوئی ہو۔ ایمان دار یا کافر، پاک ہو یا پلید لیکن خاص طور پر اس نام سے رافضی حضرات کو یاد کیا جاتا ہے۔ اور لغت میں اس لفظ کا معنی (شیعہ کا) گروہ بیان کیا گیا ہے اور قرآنِ پاک میں یہ لفظ کافی جگہ وارد ہوا ہے۔ (لغوی معنی شیعہ فرقے اگروہ شیعۃً کی جمع شیعًا شیعتہٖ اس کے گروہ شیعتہٖ مضاف ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ ہے۔ ۲/۵ ، ۲۲/۵ شیعۃٌ فرقہ گروہ اصل میں شیعاعٌ کے معنی انتشار اور تقویت کے ہیں جس سے انسان کو تقویت

ہو- اور جو اس سے نکلے اور پھیلے ہوں - وہ اس انسان کے شیعہ یعنی
اس کا فرقہ اور ... پارٹی ہیں شیعہ کا اطلاق واحد تثنیہ جمع مذکر مؤنث سب
پر استعمال ہوتا ہے- شیعًا- اشیاع جمع ہے یہ تو ہوا لفظ شیعہ کا لغوی معنی"
محمد امین صاحب خادم کے بیان کردہ معنی کے بعد اب ہم عربی زبان کی
مشہور لغات میں سے لفظِ "شیعہ" کے معنی نقل کرتے ہیں۔

لغات

تفسیر کشاف جلد نمبر ۲، صفحہ ۴۱۹ مطبوعہ مصر
"لفظِ "شیعہ" بروزن فعلۃ اسم صفت ہے۔
ہر اس مرد یا عورت کا یا اس جماعت کا جو تابعداری کرے۔"

تفسیر بیضاوی جلد نمبر ۱ صفحہ ۲۴۶ مطبوعہ مصر
"شیعہ" کا وزن فعلۃ ہے جیسے فرقہ اور مراد اس سے وہ جماعت
ہے جس نے تابعداری کی اور اس کا مادہ شیاع ہے۔

القاموس

جلد نمبر ۳ صفحہ ۴۷ میں ہے کہ اس میں مذکر مؤنث واحد
جمع سب برابر ہوتے ہیں (یعنی لفظِ شیعہ واحد
تثنیہ، جمع، مذکر و مؤنث پر مساوی طور پر واقع ہوتا ہے۔)

المنجد صفحہ ۴۲۳ پر ہے کہ کسی مرد کے شیعہ سے مراد اس کے تابعدار
اور مددگار ہوتے ہیں۔ (اسی لئے ہم شیعانِ علیؑ ابنِ ابی طالبؑ ہیں) نیز
دیکھئے منتہی الارب جلد نمبر ۲ صفحہ ۲۵ اور تفسیرِ جمل جلد نمبر ۲
صفحہ نمبر ۵۱۴۔

بلا اضافت ہو تو اس کے معنی ایسی جماعت کے ہوتے ہیں جو کہ کسی

امر پر متفق اور مجتمع ہو جائے۔ (تفسیر بیضاوی جلد نمبر ا ص۲۴۹)
"شیع"، جمع ہے شیعہ کی اور وہ اس فرقے کا نام ہے جو متفق ہوا اور پرکسی طریقے اور مذہب کے اور اسی لئے اس کی جمع کی مذمت آتی ہے کیونکہ اتفاق و اتحاد ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ شیعہ مذہب واحد کا نام ہے۔ مختلف ہوئے تو شیعہ نہ رہے۔ جو قوم کسی امر پر مجتمع ہو جائے پس وہی لوگ شیعہ ہیں۔ یعنی لفظ "شیعہ" کے لغوی معنی بصورت اضافت تابعدار اور مددگار افراد ہوئے اور بلا اضافت متفق و مجتمع قوم۔ اب ظاہر ہے کہ جس قوم کے افراد صالح ہوں گے اور امر نیک پر اتحاد ہوگا وہ قوم صالح ہو گی۔ مذہب شیعہ کے لوگ محمدؐ و آل محمدؐ کے تابعدار ہیں اور محب ہیں۔ ساری قوم شیعہ مذہب محمدؐ و آل محمدؐ پر متفق و مجتمع ہے۔

قرآن اور لفظِ "شیعہ"

محمد امین صاحب خادم مؤلف رسالہ "تحقیق لفظِ شیعہ" لغوی معنی لفظِ "شیعہ" نقل کرتے وقت تک تو امین رہے اور تسلیم کیا کہ لفظ "شیعہ" ایماندار ہو یا کافر، پاک ہو یا پلید سب پر بولا جا سکتا ہے اور اس کے معنی تقویت کے ہیں جس سے انسان کو قوت حاصل ہو۔ لیکن آگے چل کر تعصب نے ان کو امین سے خائن بننے پر مجبور کر دیا۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔
"قرآن پاک میں اس لفظ شیعہ کو پہلی امتوں کے کفار، بدکردار اور فاسق مشرکین

پر استعمال کیا گیا ہے ۔ چنانچہ قرآن پاک کی دس آیات میں لفظ شیعہ وارد ہوا ہے
(ص۵ رسالہ مذکورہ)

اس کے بعد مندرجہ ذیل آیت مع ترجمہ مولوی مقبول احمد صاحب نقل کرتے ہیں ۔

اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ۚ اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ط

(پ۸ سورۃ الانعام نمبر ۱۵۹)

"بے شک وہ لوگ جنھوں نے دین میں فرقہ بندی کی اور گروہ گروہ ہو گئے (اے نبیؐ) آپؐ کو ان سے کسی معاملہ میں سروکار نہیں ان کا معاملہ صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے" ترجمہ کے بعد تفسیر لکھتے ہوئے امین صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ یہ آیت یہود و نصاریٰ اور مشرکین مکہ کے لئے نازل ہوئی اس کے بعد لکھتے ہیں ۔

(اب ناظرین خود فیصلہ کر لیں کہ اس آیت میں لفظ شیعہ کن لوگوں پر استعمال ہوا ہے ۔ یہ اہل بدعت و اہل ضلالت کے حق میں وارد ہوا ہے بالجملہ جس نے توحید الٰہی اور سنت رسول صلے اللہ علیہ (و آلہ) وسلم سے اور جماعت سلف صالحین سے انحراف کیا وہ سب اسی حکم میں داخل ہیں" (ص۶)

آیت منقولہ میں "کانو شیعا" کے معنی فرقہ فرقہ ہو گئے ہیں ۔ جو لغوی اعتبار سے درست ہیں ۔ لیکن کوئی بھی عقلمند انسان لفظ "شیعہ" کو محض

اس بنا پر معیوب قرار نہیں دے سکتا کہ یہ کفار و مشرکین کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اگر ایسا ہے تو پھر سوال یہ ہے کہ اسی آیت میں لفظ "دین" بھی تو کفار ہی پر استعمال ہوا ہے۔ پھر کیا معاذ اللہ "دین" کا لفظ بھی معیوب ٹھہرا!

اسی طرح پچھلی امتوں کے لئے "امت" "ملت" وغیرہ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں تو کیا یہ الفاظ بھی معاذ اللہ قابل قدح ٹھہر گئے؟ اور دیگر الفاظ جو بھی کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ کے لئے استعمال ہوئے کیا وہ سب کے سب قابلِ مذمت ہوئے؟

اگر دماغ درست ہو تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ ایسا استدلال کہ لفظِ "شیعہ" یہود و نصاریٰ و مشرکین کے لئے استعمال ہوا لہٰذا مذموم ہے قطعی غلط اور بے بنیاد ہے۔

اگر بالفرض اس اصول کو مدّنظر رکھتے ہوئے کہ جو لفظ کسی گمراہ کے لئے وارد ہو جائے وہ قابلِ نفرت ہے تو مندرجہ ذیل آیت کے متعلق کیا فیصلہ کیجئے گا۔

ومن الناس مَن یشتری لھو الحدیث لیضل عن
سبیل اللہ بغیر علم ویتخذھا
ھزوًا اولٰئک لھم عذاب مھین ۳۱/۶

ترجمہ:۔ "اور بعض آدمی وہ ہیں جو حدیث کے مشغلے کے خریدار ہوتے ہیں۔ تاکہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے بہکا دیں۔ اور اس کو مذاق بنالیں۔ ان کے لئے رسوا کرنے والا عذاب ہے"

اگر بالفرض محمد امین صاحب خادم کے وضع کردہ قاعدہ کو مان لیا جائے کہ قرآن مجید میں جو لفظ گمراہوں اور فاسقوں کے لیے استعمال ہوا ہے اسے ہر مقام پر مذموم سمجھا جائے تو ابن خادم صاحب کو سوچنا پڑے گا کہ "حدیث" کا لفظ گمراہوں کی فضولیات پر آگیا ہے۔ پھر "اہلحدیث" نام کا کیا بنے گا؟ انجمن شبان اہلحدیث والے اچھی طرح غور کرلیں یا تو اہل حدیث کہلانا چھوڑ دیں یا امین صاحب کے پیش کردہ قاعدہ کو غلط تسلیم کریں۔

ایک بات اور بھی یاد رکھئے کہ قرآن مجید میں لفظ "آئمہ" گمراہوں کے لئے بھی آیا ہے۔

"وَجَعَلْنَاهُمْ اَئِمَّةً يَدْعُونَ اِلَى النَّار"

یعنی ہم نے ان کو جہنم کی جانب دعوت دینے والے امام قرار دیا لہٰذا اہلحدیث حضرات کو چاہیئے کہ صحیح بخاری والے اسمٰعیل بخاری کو چھوڑ دیں اور یہی بات اپنے دوسرے اماموں کے متعلق بھی ملحوظ رکھیں۔

۳۔ فرقے

صلا ہی پر خادم صاحب لکھتے ہیں کہ۔

"اور فرمایا رسول صلے اللہ علیہ (و آلہ) وسلم نے بنی اسرائیل میں ۷۲ فرقے ہوئے اور میری امت ۷۳ فرقوں میں بٹ جائے گی۔ سب دوزخ میں جائیں گے سوائے ایک فرقہ کے جو اسی طریق پر چلے گا جس پر میں ہوں اور میرے صحابی ہیں۔

وَمَا عَلَيْنَا وَمَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِي۔

اب ناظرین خود فیصلہ کریں۔ کیا یہ بدعتیں جو آج ہو رہی ہیں مثلاً ماتم کرنا تعزیہ بنانا اور نکالنا اور کونڈے بھرنا گیا دھویں دینا، پیدائش رسول پر جلوس نکالنا وغیرہ وغیرہ۔

تو یہ تمام باتیں خارج از موضوع ہیں۔ اگر ان کا جواز دیکھنا چاہیں تو میری کتاب "چودہ مسئلے" پڑھ لیجئے۔ یا یقین محکم مصنفہ جناب مولانا الشیخ محمد علی پٹیالوی صاحب کا مطالعہ فرما لیجئے۔

البتہ ۳، فرقوں والی حدیث پر کچھ عرض کرتا ہوں۔ حدیث موصوفہ شہرت کی حامل ہے۔ ہر طبقہ کے علماء کی کثیر تعداد نے اس خبر پر خاموشی اختیار کی ہے اور امت کی اکثریت اس حدیث کو صحیح سمجھتی ہے۔ حتیٰ کہ راقم الحروف نے بھی کتاب ہٰذا کے پہلے تین ایڈیشنوں میں اس حدیث پر کوئی تبصرہ نہیں کیا ہے۔ لیکن تقاضائے وقت ہے کہ اس روایت پر اپنے خیالات کا اظہار پیش خدمت کر دوں۔ اس مضمون کی روایات کتب احادیث میں مختلف طریقوں سے نقل کی گئی ہیں اور فریقین اسے قبول کرتے رہے ہیں۔ لیکن چونکہ میرے لئے صرف ثقلین رسول ہی ہادی ہیں۔ لہٰذا متمسک بالثقلین ہونے کی حیثیت سے میرا عقیدہ یہ ہے کہ قول معصوم خلاف قرآن اور عقل و دانش نہیں ہو سکتا۔ پس میرے ذاتی تاثرات حدیث مذکورہ کے بارے میں یوں ہیں۔

اگر حدیث مذکورہ کی روایت و درایت کو واقعات کی روشنی میں پرکھا جائے تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ معاویہ ابن ابو سفیان نے اپنی بقاء و استحکام

حکومت کی خاطر اسے وضع کیا۔ چنانچہ احمد اور ابو داؤد نے اس روایت کو معاویہ ہی سے نقل کیا ہے۔ نیز ابو ہریرہ، عبداللہ بن عمر سے بھی یہ حدیث لکھی گئی ہے جیسا کہ ترمذی نے جامع کی کتاب العلم میں نقل کیا ہے۔ کچھ لوگوں نے امیرالمومنین علی علیہ السلام سے بھی منسوب کیا ہے تاکہ بنی ہاشم کے مقابلہ میں بطور سند کام آسکے۔ لیکن چونکہ موضوع تحریر اس کی اجازت نہیں دیتا کہ اس حدیث پر تفصیل گفتگو کی جائے تاہم اس حدیث کو ضعیف و من گھڑت ثابت کرنے کے لئے اوّل دلیل یہ ہے کہ حدیث مطابق واقعہ نہیں ہے کیونکہ اس وقت اسلام میں ۷۳ فرقے نہیں ہیں بلکہ سینکڑوں ہیں۔ لہٰذا خبر رسول معاذاللہ جھوٹ ہوئی یہ امر محال ہے کہ صادق و امین رسول جھوٹی پیشگوئی کرے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ حضورؐ نے محاورہ کے طور پر ۷۳ فرمادیا حالانکہ مراد کثرتِ فرق ہے تو بھی یہ غلط ہے کہ عربی میں کثرت کے لئے عربی محاورہ ستّر کا عدد بنتا ہے۔ حالانکہ یہاں ۷۲، اور ۷۳ دونوں اعداد واضح طور پہ بیان ہوئے ہیں۔ پس چونکہ اس حدیث کو درست مان لینے سے صداقتِ رسول معاذاللہ مجروح ہوجاتی ہے۔ اس لئے یہ حدیث من گھڑت ہے۔

دوم یہ کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں بعض اصحابِ رسول کا جہنم میں جانا مرقوم ہے (کتاب الحوض) اور بعد از رسول حضرت ابوبکر کے دور میں فتنۂ ارتداد رونما ہوا۔ اور اصحاب دین سے پھر گئے۔ اس لحاظ سے بھی حدیث سچی ثابت نہیں ہوتی ہے۔ پس علماء کے اقوال تخریج صدقِ پیغمبرؐ کے سامنے کوئی وقعت

نہیں رکھتے۔ لہٰذا حدیث غلط ہے۔

آیتِ دوم :۔

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِنْ فَوْقِكُمْ أَوْ مِنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَيُذِيقَ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْضٍ

ترجمہ :۔ کہہ دو کہ وہ اس پر قادر ہے کہ تم پر عذاب اوپر کی طرف سے بھیجے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے یا تمہارے ایک گروہ کو دوسرے سے لڑا دے۔ اور تم میں سے ایک کو ایک کی سختی کا مزہ چکھائے۔ (پ ۷ ۱۲/۱۴)

(یہاں بھی لفظِ شیعہ بمعنی گروہ یا جماعتیں استعمال ہوا ہے)

آیتِ سوئم :۔

وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا

اور نہ ہو مشرکین میں سے جن لوگوں نے ٹکڑے ٹکڑے کیا دین کو اور بٹ گئے کئی جماعتوں میں

آیتِ چہارم :۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِي شِيَعِ الْأَوَّلِينَ وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ (پ ۱۴ ۱۵/۱۰)

البتہ تحقیق ہم نے آپؐ سے پہلے گروہوں میں رسول بھیجے ہیں

مگر کوئی رسول ایسا نہ تھا جس سے انہوں نے ٹھٹھا نہ کیا ہو۔

آیتِ پنجم :۔

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِی الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا ... الخ

(پ ۲۰ ۲۸/۴)

ترجمہ :۔ بے شک فرعون سرزمین میں بہت بڑھ چڑھ گیا تھا۔ اور اس نے وہاں کے باشندوں کو مختلف قسمیں کر رکھا تھا اور اُن میں ہی سے ایک گروہ کو کمزور کر رکھا تھا کہ ان کے بیٹوں کو قتل کراتا تھا۔ اور ان کی عورتوں کو زندہ رہنے دیتا تھا۔ (ظاہر ہے کہ ان ہی گروہوں میں سے ایک گروہ حق پر تھا اور اُس کو شیعہ کہا گیا ہے) واقعی وہ فسادیوں میں سے تھا

آیتِ ششم :۔

ودخل المدینۃ علی حین غفلۃ من اھلھا فوجد فیھا رجلین یقتتلان ھٰذا من شیعتہ وھذا من عدوہ فاستغاثہ الذی من شیعتہ علی الذی من عدوہ ... (پ ۲۰ ۲۸/۱۵)

ترجمہ :۔ اور (موسیٰ) شہر میں ایسے وقت پہنچے کہ وہاں کے باشندے بے خبر تھے تو انہوں نے وہاں دو آدمیوں کو لڑتے دیکھا ایک تو ان کا اپنا شیعہ تھا اور دوسرا دشمن سو جو ان کا شیعہ تھا اس نے موسیٰ سے اس کے مقابلے میں

جو اس کا دشمن تھا مدد چاہی تو موسٰی نے اس کو ایک گھونسا مارا سو اس کا کام ہی تمام کر دیا۔

آیت ہفتم:۔

وان من شیعتہٖ لابراھیم اذ جاء ربہ بقلب سلیم اذ قال لابیہ وقومہ ماذا تعبدون ط

ترجمہ :۔ اور بے شک ابراہیم شیعہ تھے جب وہ آئے اپنے رب کے پاس قلب سلیم کے ساتھ اور جب انہوں نے کہا اپنے باپ اور قوم سے کہ تم کس کی عبادت کرتے ہو۔

آیت ہشتم:۔

ولقد اھلکنا اشیاعکم فھل من مدکر (القرآن)

ترجمہ :۔ اور ہم نے ہلاک کیا تمہارے جیسے گروہوں کو کیا کوئی ہے نصیحت پکڑنے والا۔

آیت نہم :۔

کما فعل باشیاعھم من قبل انھم کانوا فی شک مریب

ترجمہ :۔ جیسا سلوک کیا گیا ان کے ہم مشربوں کے ساتھ جو ان سے پہلے تھے یہ سب بڑے شک میں تھے۔ جس نے ان کو تردد میں ڈال دیا تھا۔

آیت دھم :۔ ثم لننزعن من کل شیعۃٍ اَیُّھُمْ

(اشد علی الرحمٰن عتیا۔ (سورۂ مریم پ۱۶)

ترجمہ:- پھر ہر گروہ میں سے ان کو جُدا کریں گے جو ان سب سے زیادہ اللہ کی سرکشی کیا کرتا تھا۔

قرآن مجید میں محوّلہ آیات میں لفظ "شیعہ" گروہ، تابعدار جماعت اور فرقہ وغیرہ کے معنی میں بلا لحاظ مومن و مشرک، متقی و فاسق وارد ہوا ہے اور امین صاحب نے جو خود ساختہ تشریحات ان آیات کے ضمن میں کی ہیں فضول ہیں کہ موضوع سے اُن کا واسطہ نہیں اور اُن کا وضع کردہ کلیّہ کہ چونکہ لفظ شیعہ غیر صالحین اور بدکاروں کے لئے بھی استعمال کیا گیا ہے لہٰذا مذموم ہے ہم ابتداہی میں باطل قرار دے چکے ہیں۔ تقیہ و تبرّہ وغیرہ کے مسائل اور دیگر اختلافات پر بحث دیکھنا مقصود ہو تو ہماری جانب سے ہر مسئلہ پر مسکت کتابیں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ اصل نفسِ مضمون یہ ہے کہ لقب شیعہ قرآنی ہے اور شیعہ کا غیر سُنّی/ اہلسنۃ والجماعتیا اہلحدیث وغیرہ کا ذکر قرآنِ مجید میں بطور جماعت، گروہ یا مذہب بالکل موجود نہیں ہے۔ پس جس مذہب کا نام و نشان قرآن میں نہ ہو اُسے ایسے مذہب پر فوقیت حاصل نہیں ہو سکتی جس کا نام کئی مرتبہ اللہ نے کتاب ہدایت میں درج کیا ہو۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ حق اسی گروہ میں ہے جس کا لقب متعدد بار ثقل اوّل قرآنِ مجید میں دہرایا گیا ہے۔ پس شیعہ کے علاوہ دیگر مذاہب اس شرف سے محروم ہونے کی وجہ سے دعوی احق نہیں کر سکتے۔

"شیعہ" کے اصطلاحی معنی

واضح ہو کہ جس وقت کوئی لفظ اپنے لغوی معنی بدل کر اصلاحی معنوں کا جامہ پہن لیتا ہے تو اس کے معنی خاص ہو جایا کرتے ہیں جیسے "حدیث" لغوی معنی "بات" لیکن جب کبھی بھی اب لفظ "حدیث" استعمال کیا جاتا ہے تو اس کے عام معنی کی طرف توجہ نہیں کی جاتی چنانچہ اسی ہی قاعدے کے تحت ہم اسلامی اصطلاح میں لفظِ "شیعہ" کے معنی دیکھتے ہیں۔

اصطلاح اہل اسلام میں "شیعہ" اسم مذہبی ہے۔ یعنی لفظِ شیعہ اسم بالغلبہ ہے ہر اس شخص کا جو محبت رکھتا ہے حضرت علیؑ سے آپکے اہلبیتؑ سے حتّٰی کہ یہ انکا خاص نام ہو چکا ہے اور معنیٔ عام سے معنی خاص کی طرف اسطرح منقول ہو چکا ہے کہ بلا قرینہ لفظِ "شیعہ" سے محبانِ علیؑ و فاطمہؑ سمجھے جاتے ہیں۔"

دیکھئے لغات :۔ القاموس جلد نمبر ۳ صفحہ ۴۷ ۔ المنجد صفحہ ۴۲۳ ۔ تفسیر مدارک جلد نمبر ۱ صفحہ ۴ حاشیہ نمبر ۷ وغیرہ وغیرہ

اب یہ بات بالکل عیاں ہو جاتی ہے کہ اصطلاح اسلام میں جب بھی لفظِ شیعہ استعمال ہو گا تو اس سے مراد محبانِ علیؑ و اولادِ علیؑ ہوں گے۔

شاہ عبدالعزیز محدث اہلسنت دہلوی کا اعتراف

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں ہے۔ کہتے

ہیں کہ شیعوں کے ساتھ علانیہ محاذ آپ ہی نے ہندوستان میں سب سے پہلے قائم کیا۔ مولوی نصراللہ کابلی صاحب کی ایک کتاب عربی صواقعہ کو شاہ صاحب نے فارسی الفاظ میں ڈھال کر شیعوں کے خلاف ایک کتاب لکھی جسے "تحفہ اثنا عشریہ" کہا جاتا ہے۔ اس کتاب کو حلقہ سُنیہ میں بہت بڑا مقام حاصل ہے اور سچ پوچھیں تو یہی کتاب ہندوستان میں مذہب شیعہ کی تبلیغ کا باعث بنی اور شیعوں نے دل کھول کر میدانِ مناظرہ میں حصہ لیکر مخالفین ہی سے داد تحسین حاصل کی اور بہت کم عرصہ میں سُنی حضرات کی کثیر تعداد نے مذہب حقہ قبول کر لیا۔ اور آج بھی تحفہ کے جواب میں لکھی گئی کتابیں لاجواب ہیں۔ شاہ صاحب موصوف نے دل کھول کر شیعوں کے خلاف بھڑاس نکالی ہے مگر حقیقت کو وہ بھی نہیں چھپا سکے ہیں۔ چنانچہ صـ۲۸ پر لکھتے ہیں۔

"لقب شیعہ" کی ابتدا اجتماعی طور پر ۳۷ھ میں ہوئی جبکہ امیر المومنینؑ خلافت ظاہرہ پر متمکن ہوئے"۔ پھر صـ۹ پر یوں لکھا:۔

"شیعہ" کے چار فرقے ہیں۔ ان میں سے ایک فرقہ وہ ہے جو اہل سنت والجماعت کے لقب سے ملقب ہے۔ وہی شیعہ اولی تھے۔ مخلصین صحابہ اور تابعین بھی شیعہ اولی تھے" صـ۱۔ پھر صـ۱۷ پر یوں فرماتے ہیں۔

"شیعہ اولی فرقہ سنیہ اور تفضیلیہ کا نام ہے۔ پہلے زمانے میں یہ (سُنی) بھی شیعہ لقب سے ملقب تھے۔ لیکن جب غالیوں، رافضیوں، زیدیوں اور اسماعیلیوں نے اس لقب سے اپنے آپ کو ملقب کیا تو اعتقادی اور عملی برائیوں کے مرتکب

صـ۱ براہ نوازش شیعوں کو قاتل حسینؑ کہنے سے پہلے یہ بات سوچ لیا کریں۔

ہونے لگے۔ تو القیاس باطل کے خوف سے فرقہ سنیہ اور تفضیلیہ نے اپنے آپ پر
اس لقب کو پسند نہ کیا اور اپنا لقب اہلسنت والجماعت رکھ لیا "
(یعنی دین میں ایک بدعت جاری کر لی)

منقولہ بالا عبارت سے یہ بات بالکل ثابت ہو جاتی ہے کہ نام "اہلسنۃ والجماعۃ"
یقیناً ۲۷۰ھ کے بعد ایجاد ہوا۔ پہلے سُنّی لوگ بھی شیعہ کہلاتے تھے جن میں انکے
مخلص صحابہ اور تابعین بھی شامل تھے۔ لہٰذا امین صاحب کی یہ توضیح کہ لفظِ
"شیعہ" چونکہ فاسقین و منکرین کے لئے وارد ہوا ہے لہٰذا مذموم ہے۔ قطعاً
بے بنیاد اور باطل ہے۔ کیونکہ اگر ایسا فرض کر لیا جائے تو پھر صحابہ کرام اور
تابعین بھی معاذاللہ اس زد سے محفوظ نہ رہ سکیں گے۔

پس ثابت ہوا کہ لفظ "شیعہ" کو "اہلسنت والجماعت" پر بلحاظ مقدم
ہونے کے فوقیت حاصل ہے۔ اور اہل سنت والجماعت کا نام نہ ہی قرآن
مجید میں ہے نہ ہی تاریخ سے اس کی قدامت ثابت ہوتی ہے۔

جناب محمد امین صاحب خادم کی توجہ اُن کی اپنی کتاب "خلافت علیٰ منہاج نبوت"
حصہ اوّل کے سرورق کی طرف مبذول کراتا ہوں انہوں نے صفحہ مذکورہ کے دونوں
کونوں پر شیخ عبدالقادر جیلانی کا قول اس طرح لکھا ہے"

"فرمایا پیر عبدالقادر جیلانی رح نے جو شخص حضرت عثمان رض کو حضرت علی سے افضل نہ جانے وہ
شیعہ ہے اور جو شخص حضرت علی کو حضرت عثمان رض سے افضل جانے وہ رافضی ہے"

مجھے تعجب ہے کہ خادم صاحب کو مسلمان ہوتے ہوئے بھی حضرت علیؑ
سے بلادت ہے کہ اُن کے اسم مبارک پر (رض) لکھنا بھی پسند نہیں کرتے ہیں

دونوں جگہ حضرت عثمان کیلئے (رض) لکھا ہے لیکن حضرت امیرؑ سے عداوت کا اظہار کیا ہے۔ بہرحال اس عبارت سے جو خادم صاحب نے شیخ جیلانی سے منسوب کی ہے واضح ثابت ہوتا ہے وہ شیعہ کو مذموم لفظ نہیں جانتے۔ بلکہ ہر اس شخص کو جو حضرت عثمان کو حضرت علیؑ سے افضل سمجھے شیعہ سمجھتے ہیں۔ جبکہ شیعوں کا عقیدہ اس سے مختلف ہے۔ خادم صاحب اب تو خود ہی اپنے جال میں پھنس گئے ہیں۔

قرآنی اثبات اور تاریخی شواہد مل جانے کے بعد تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ملت حضرت ابراہیمؑ کی ہے اور حضرت ابراہیمؑ کا شیعہ ہونا گذشتہ اوراق میں لکھا جا چکا ہے۔ ابراہیمؑ کی ملت ہونے کا دعویٰ اسی وقت درست قرار پا سکتا ہے جب مسلمان ہونے کے ساتھ "شیعہ" بھی ہو۔

عصمتِ ابراہیم علیہ السّلام

ماکان ابراھیم یھودیًا ولا نصرانیًا وّلٰکن کان حنیفًا مسلمًا وما کان من المشرکین

ترجمہ:۔ نہ ہی ابراہیمؑ یہودی تھے نہ نصرانی تھے بلکہ موحد مسلمان تھے مشرکوں میں سے بالکل نہ تھے۔"

ایسے معصوم پیغمبر کو "شیعہ" کہا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ لفظِ "شیعہ" خدا کا ناپسندیدہ لفظ نہیں ہے۔ بلکہ اُس نے اپنے "خلیل" کے لئے استعمال کرنے کے لیے پسند فرمایا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ لوگ شیعہ دشمنی میں اس قدر متعصب ہو جاتے ہیں کہ برگزیدہ انبیاءؑ کی شان میں بھی گستاخیاں کرنے سے گریز نہیں کرتے چنانچہ۔ محمد امین صاحب خادم اپنے مذکورہ رسالہ کے ص ۱۸ پر حضرت ابراہیمؑ

سے متعلق یوں لکھتے ہیں۔

"ان آیات میں حضرت نوح علیہ السلام کی وہ قوم جو کافر، مشرک اور بت پرست تھی اور آپ کے مخالف چلی تھی اور اسی قوم سے حضرت ابراہیمؑ بھی ان ہی شیعوں سے پیدا ہوئے تھے"

حالانکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ابدی عصمت کا ثبوت اوپر تحریر کردہ آیت میں ملتا ہے ما کان من المشرکین کے الفاظ موجود ہیں اسلئے معاذ اللہ خلیل اللہ کو مشرکوں یا بت پرستوں میں سے سمجھنا خلافِ قرآن ہے۔

"شیعہ" کا ذکر احادیث میں

فرق اسلامیہ میں یہ فضیلت صرف شیعہ فرقہ ہی کو نصیب ہے کہ اس کا ذکر قرآن و حدیث دونوں میں ہے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل حدیث از کتب اہلسنت اس امر کی دلیل ہے کہ شیعوں کا وجود دورِ سرکارِ رسالت مآبؐ میں موجود تھا لیکن غیر شیعہ کے پاس ایسا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

"حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا.... نازل ہوئی تو حضور پُرنور نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ وہ لوگ جنکی شان میں یہ آیت نازل ہوئی تو اور تیرے شیعہ ہیں۔ روزِ قیامت خدا اُن سے راضی ہوگا اور وہ خدا سے راضی ہوں گے۔ (روایت اہلسنت)

۱۔ تفسیر فتح قدیر جلد ۵ ص ۴۶۴ علامہ شوکانی

۲۔ تفسیر فتح البیان اہلحدیث علامہ نواب صدیق حسن بھوپالی ص ۳۲۳

۳۔ صواعق محرقہ علامہ ابن حجر مکی ص ۹۶ مطبوعہ مصر

۴۔ تفسیر دُرِ منثور علامہ جلال الدین سیوطی جلد ۶ صہ ۳۷۹
اسی طرح مذکورہ کتب میں شیعوں کا ناجی ہونا بھی ثابت ہے جیسا کہ جابرؓ بن عبد اللہ
سے روایت ہے۔

"اے علیؑ! تو اور تیرے شیعہ جنتی ہیں" (دیکھئے میری کتاب "اصولِ دین")

شیعانِ علیؑ اور ابنِ سبا

اہلِ بیتؑ اطہار کے مذہب و طریقے پر پردہ ڈالنے کے لئے جو جو حربے
اور جس قدر اوچھے ہتھیار استعمال کئے گئے تاریخ ان سے بھرپور ہے۔ اسی سلسلے
کی ایک کڑی فتنہ عبد اللہ بن سبا ہے۔ جو ایک نہایت منظم سکیم کے تحت اٹھایا گیا
اور اس نامعلوم شخصیت کو شیعہ قوم کے سر منڈھنے کی کوشش صرف اس لئے کی
گئی کہ شیعیت کو بدنام کر کے عوام الناس کے سادہ لوح افراد کو بھٹکایا جائے
لیکن لکڑی کی ہنڈیا ہمیشہ نہیں چڑھا کرتی۔ حق بالآخر غالب آجاتا ہے چنانچہ
آج محققین اس امر کے قائل ہو گئے ہیں کہ عبد اللہ بن سبا کا مذہب شیعہ سے
کوئی واسطہ نہ تھا۔ بلکہ یہ ایک فرضی کہانی ہے۔

دورِ حاضرہ کے عظیم مورخ اور محقق غیر شیعہ ڈاکٹر طٰہٰ حسین مصری اپنی مشہور
عالم کتاب "الفتنۃ الکبریٰ" جلد ۱ صہ ۱۳۲ مطبوعہ مصر میں تحریر کرتے ہیں کہ۔

"ابنِ سباء بالکل فرضی اور من گھڑت چیز ہے۔"

اور جب فرقہ شیعہ اور دیگر اسلامی فرقوں میں جھگڑے چل رہے تھے
تو اس وقت اسے جنم دیا گیا۔ شیعوں کے دشمنوں کا مقصد یہ تھا کہ شیعوں کے
اصولِ مذہب میں یہودی عنصر داخل کر دیا جائے۔ امویوں اور عباسیوں کے دور

حکومت میں شیعوں کے دشمنوں نے عبداللہ بن سبا کے معاملہ میں بہت مبالغہ آمیزی سے کام لیا۔ اس کے حالات بہت بڑھا چڑھا کر بیان کئے۔ اس سے ایک فائدہ تو یہ تھا کہ حضرت عثمان اور ان کے عمال حکومت کی طرف جن خرابیوں کی نسبت دی جاتی ہے اور ناپسندیدہ امور جو ان کے متعلق مشہور ہیں کو سنکر لوگ شک و شبہ میں پڑ جائیں۔ دوسرا فائدہ یہ کہ علیؑ اور اس کے شیعہ لوگوں کی نگاہوں میں ذلیل و خوار ہوں۔ نہ معلوم شیعوں کے مخالفین نے شیعوں پر کتنے الزامات لگائے اور نہ جانے شیعوں نے کتنی غلط باتیں اپنے دشمنوں کی طرف عثمان وغیرہ کے معاملہ میں منسوب کیں۔
(ترجمہ کتاب الفتنۃ الکبریٰ۔ ادارہ طلوع اسلام لاہور نے بھی شائع کیا ہے)

مندرجہ بالا بیان سے ثابت ہوا کہ عبداللہ بن سبا ایک فرضی کردار ہے جو شیعوں کو بدنام کرنے کے لئے تراش لیا گیا ہے۔

واضح ہو کہ مشہور یوں ہے کہ ابن سبا یمن کا ایک یہودی تھا۔ اس نے زمانہ عثمان میں حضرت عثمان کے ہاتھوں اسلام قبول کیا لیکن دل سے منافق تھا حضرت عثمان سے اس کے اختلافات ہوئے لہٰذا وہ حضرت علیؑ کا حامی ہو گیا حضرت عثمان کے خلاف اس نے غلط قسم کا پروپیگنڈا شروع کر دیا۔ حضرت علیؑ نے اس کو قریب پھٹکنے نہ دیا۔ لیکن اس نے لوگوں میں نئے نئے باطل عقائد پھیلانے شروع کر دیئے کہ علیؑ وصی رسولؐ ہیں۔ علیؑ خدا ہیں۔ مجھے الہام ہوتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ بھی کہا جاتا ہے جنگ جمل میں وہ گروہ امیر المومنین میں تھا لیکن اس کے بعد کے حالات نامعلوم ہیں۔

اگر اس سارے افسانے کو بنظر تحقیق و جرح دیکھا جائے تو مندرجہ ذیل امور قابل توجہ بن جاتے ہیں۔

ا :۔ اگر بالفرض تسلیم کر لیا جائے کہ ابن سبا کا کردار مثبتہ صحیح ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس یہودی نے اسلام کیوں قبول کیا؟

ب :۔ اگر کہا جائے کہ اسلام کو نقصان پہنچانے کی خاطر اس نے منافقت سے کلمہ پڑھا تو یہ امر اور بھی حیران کن ہے کہ قرنِ اوّل زمانہ اصحابِ رسولؐ میں خلیفہ راشد اہلسنت حضرت عثمان کے دورِ حکومت میں جب کہ عوام کا گروہ اصحاب و تابعین پر مشتمل تھا۔ اس کو یہ جرأت کس طرح ہو گئی کہ غلط پرچار کر سکا اور صحابی و تابعین حضرات میں کے کچھ افراد دھوکا کھا گئے یا بہت اس کے ہم خیال ہو گئے۔

ج :۔ اگر کہا جائے کہ اس نے مدینہ سے دور پبلسٹی کی تو بھی زمانہ عمرؓ میں دور دور تک فتوحات ہو چکی تھیں اور صحابی ہر جگہ پھیلے ہوئے تھے۔ انہوں نے اس کے غلط پرچار کا کیا تدارک کیا۔ اور اس کے ہمنوا لوگوں نے اصحاب رسولؐ کی اتباع کیوں نہ کی؟

د :۔ جب عثمان نے اس کو دھتکار دیا پھر علیؑ کے ساتھ منافق ہونے کے باوجود وہ جنگ جمل میں کیوں آیا؟

ل :۔ کیا علیؑ اس کی منافقت اور بد عقیدت سے ناواقف تھے؟

س :۔ آخر اس نے حضرت علیؑ ہی کو کیوں منتخب کیا؟ کہ اُن کے کندھے پر بندوق رکھ کر گولی چلائی۔ اور ایسے دشمن دین و ایمان و اسلام کو شیر خدا یا اور کسی مخلص صحابی نے کیفر کردار تک کیوں نہ پہنچا دیا؟

ص :۔ جب حضرت عثمان نے اس سے بیزاری اختیار کی تو لوگوں کو اس کا منافق ہونا کیوں نہ بتا دیا کہ ہر کوئی خبردار ہو جاتا۔ نیز یہ کہ ارتداد کی سزا کیوں نہ دی گئی۔ کیا کسی جگہ حضرت عثمان کی ایسی رائے محفوظ ہے کہ انہوں نے اس مردود کو منافق و مرتد قرار دیا ہو؟

جب ہم مندرجہ بالا سوالات پر غور کرتے ہیں از خود اس قصّے کا ستیاناس ہو جاتا ہے۔ کہ یہ من گھڑت اور مصنوعی کردار ہے جو محض شیعوں کو بدنام کرنے کی

خاطر وضع کیا گیا ہے۔

نتیجہ

مندرجہ صدر بیان سے حسبِ ذیل نفسِ یحات ثابت ہوئیں۔

۱۔ اُمتِ مسلمہ میں ملتِ ابراہیمؑ کہلانے کا صحیح حقدار وہی ہے جو شیعہ ہو۔

۲۔ ملتِ ابراہیمؑ ہی کا نام مسلمان ہے اور دینِ اسلام دینِ قیم ہے

۳۔ دینِ خالص ہمیشہ دنیا میں وجود رکھتا ہے خواہ ظاہر ہو یا پوشیدہ اور تلاش دین واجب ہے۔

۴۔ تحقیق سے ثابت ہے کہ شیعہ اور سُنّی دونوں گروہ پرانے ہیں لہٰذا ان میں سے ایک راہِ حق پر ہے اور دیگر جماعتیں دینِ قیم کی نہیں ہیں۔

۵۔ لفظِ شیعہ بطور گروہ یا جماعت قرآن میں کئی مرتبہ آیا ہے لیکن سُنی یا اہل سنۃ والجماعۃ کسی جگہ بھی نہیں لکھا گیا۔ لہٰذا "شیعہ" قرآنی لفظ ہے۔

۶۔ شیعہ کے اصطلاحی معنی محبانِ علیؑ و فاطمہؑ ہیں۔

۷۔ صحابہ کرام اور تابعین سب شیعہ کہلواتے تھے اور اہل سنت والجماعۃ بہت بعد کی ایجاد ہے۔

۸۔ شیعہ سے بدل کر سنیوں نے اپنا نام اہلسنۃ والجماعۃ محض ضد میں رکھ لیا ہے

۹۔ احادیثِ نبوی میں ازروئے کتب اہلسنت "شیعہ علیؑ" کا ناجی ہونا ثابت ہے۔ لیکن دوسرے فرقے کے لئے ایسی بشارت کہاں؟

۱۰۔ ابن سبا کا فسانہ شیعوں پر الزام ہے حالانکہ یہ محض فرضی کردار ہے۔

۱۱۔ مذہب شیعہ قرآنِ مجید، احادیثِ رسولؐ اور تاریخِ اسلام سے مکمل طور

ثابت ہے۔

شیعوں سے گذارش

مومنین کرام! آپ کا مذہب برحق ہے۔ اور آپ کے پیشوا غائب عالم ہیں۔ آپ محبتِ محمدؐ و آلِ محمد علیہم السلام کے دعویدار ہیں۔ آپ سے گذارش ہے کہ سرکارِ رسالت مآبؐ اور اُن کے اہلبیتِ اطہار کے اسوۂ حسنہ پر گامزن رہنے کی کوشش کیجئے۔

ہمیں فخر ہے کہ ہم اپنے سر کو بلند کر کے اپنے ہر امامؑ کی سیرت کو پیش کر سکتے ہیں کہ نہ تو وہ کبھی میدانِ جہاد سے فرار ہوئے اور نہ ہی شانِ رسولؐ میں کوئی گستاخانہ جملہ استعمال کیا۔ نہ کبھی حضورؐ کی نبوت پر شک کیا۔ نہ رسولؐ کے راندے ہوئے کسی شخص کو پیار سے اپنے پاس رکھا۔ نہ اُن کی زندگی کا کوئی لمحہ بُت پرستی سے اندار ہوا۔ ہر ایک کو یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ہمارے ہادیانِ برحق بے نظیر ہیں اور افضل المخلوقات ہیں۔

کیا ہی اچھا ہو کہ جس طرح ہمارے سردار محترم ہیں۔ اسی طرح ہماری قوم بھی کم از کم اپنے اعمال میں اس قابل ہو جائے کہ اپنے کو علیؑ کا شیعہ کہتے ہوئے ندامت محسوس نہ ہو۔ ہمیں صادقِ آلِ محمدؐ کا یہ فرمان ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے

"ہمارے شیعو! ہمارے لئے زینت بننا"

ماہِ محرم تعلیمات کی حیات کا وقت ہے۔ اسی مہینے میں اسلام کو نئی زندگی بخشی گئی۔ از راہِ گذارش عہد کیجئے کہ ہم آئمہؑ کی تعلیمات پر عمل کریں گے اور حسینؑ مظلوم کی یہ وصیت کبھی بھی نہ بھولیں گے "کسی مادی طاقت اور کسی طاقتور انسان کے حکم کو خدائی حکم کے مقابلے میں اہمیت نہ دو" والسلام۔ آپکا مخلص عبد الکریم مشتاق۔ "فقیر بابِ مدینۃ العلم"

۲۵ محرم الحرام ۱۳۹۰ھ

ضمیمہ

مذہبِ سُنیہ کے غیر فطری اور خلافِ عقل ہونیکی لاجواب دلیل

مذہب اہل سنتہ والجماعتہ کے دو ستون بیان کیے جاتے ہیں۔

۱:۔ سُنّتِ رسُول کریم   ۲:۔ طریق اصحاب

کوئی ایک سُنی بھی اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ سُنی مذہب کے مطابق ہدایت کیلئے یہی دو نشان قائم کیے گئے ہیں۔ چنانچہ ہم ان دونوں کی بنیادی حیثیت زیر بحث لاکر فیصلہ قارئین کے فہم و تدبر پر چھوڑتے ہیں۔

اوّلاً ان دونوں کو اس طرح الگ الگ کیا گیا ہے کہ ان میں جُدائی اور علیحدگی از خود ثابت ہے کہ سُنتِ رسُول الگ شئے ہے اور طریق اصحاب دوسری چیز ہے اگر دونوں ایک ہیں تو پھر سُنت و طریق میں کیا فرق ہے۔ جبکہ سنتِ رسُول کافی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جو بات سُنّت سے جُدا ہو گی اُسے امرِ جدید کہا جائیگا جسے اہل مذہب "بدعت" کہتے ہیں پس سنتِ رسُول اور طریق و سیرتِ اصحاب کا الگ الگ ہونا ہی ثابت کرتا ہے کہ مذہب سُنیہ کی اساس ہی بدعت پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شوریٰ کے وقت حضرت علیؑ نے پیروی شیخین کی شرط نامنظور فرما کر اقتدار کو ٹھکرا دیا تھا اور واضح کر دیا تھا کہ سیرتِ رسُول یعنی سُنت کے بعد کوئی اور شئے لائق اتباع نہیں ہے

دوم یہ کہ طریق اصحاب اور سنتِ رسُول میں علیحدگی ثابت کرتی ہے کہ از روئے اہلسنت والجماعتہ حضورؐ کی سنّت معاذاللہ جامع و مکمل نہیں تھی تو سیرتِ اصحاب نے کمی پوری کی ورنہ حضورؐ کی سنّت کے بعد اصحاب کی سیرت کی کیا ضرورت

رہی۔ کیا اصحاب نے سنت رسول کے علاوہ کسی دیگر چیز کی پیروی کی۔

چنانچہ ایسی صورت میں ایکطرف تو کلام خدا کا انکار کر کے دین کو نامکمل اور ادھورا ماننا پڑتا ہے۔ جو کہ امر محال ہے کہ حضور پہ دین مکمل کر دیا گیا۔ یا پھر یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اصحاب نے اپنی رائے سے دین میں قطع و برید کی۔ جو خلافِ سنت ٹھہرا۔

پس بنیادِ مذہب ہی قرآن و سنت کے خلاف قرار پائی اور جو مذہب بنیادی طور پر ہی کلام خدا اور سنتِ رسول خدا کے خلاف ثابت ہو۔ وہ دعوی احق کس بل بوتے پر کر سکتا ہے؟ مگر یہ تو تھا مذہبی انداز۔ دین اسلام فطرت و دانش کے تمام تقاضے پورے کرتا ہے۔ لہٰذا مذہب حق وہی ہو گا جسے فطرت و عقل سلیم کی تائید حاصل ہو۔

انسان اشرف المخلوقات کیوں ہے؟ صرف اس لئے کہ اُسے "عقل" جیسی نعمت کا انعام کیا گیا ہے۔ ورنہ باقی تمام باتیں حیوانات میں بھی پائی جاتی ہیں اور حسب ضرورت فطری شعور ہر مخلوق کو حاصل ہے مگر جو عقل باعثِ شرفِ انسانیت قرار پائی وہ یہ ہے کہ مفید و مضر میں تمیز کرتی ہے۔ یعنی یوں کہیے عقل کی سادہ تعریف یہ ہے۔ کہ اچھائی اور برائی کی شناخت کرنے والی کسوٹی کو عقل کہتے ہیں عقل ہی تو ہے کہ انسان غور و فکر اور سوچ و بچار کر کے ہر کام انجام دے۔ آگ کو نہ چھوئے کہ جلا دے گی زہر نہ کھائے کہ زندگی کا خاتمہ کر دیگا نفع پہنچانیوالے امور اختیار کرے اور ضرر رساں باتوں سے محفوظ رہے نیکوکاروں میں بیٹھے اور بدکاروں سے دُور رہے۔ الغرض جملہ کائناتی امور اسی اصول سے منسلک ہیں کہ ہر بات کے مثبت و منفی پہلوؤں پر تدبر کیا جائے۔

دین اسلام دراصل ہدایت عقلانی ہے۔ لہٰذا ہر صحیح اسلامی عقیدہ اور عبادات عقل سے ہم آہنگ ہے۔ اور کسی مقام پر بھی اسلام کا کوئی رکن عقل خالص سے جدا نہیں ہوتا بلکہ اس طرح مربوط ہے کہ فی الحقیقت اسلام ہی کا نام عقل و دانش ہے۔

لہٰذا اب عقل سے کام لیجئے اور سوچئے کہ فطری طور پر ہر انسان صاحب شعور کا عقلی تقاضا یہ ہے کہ وہ ہمیشہ اچھی چیز کو پسند کرتا ہے۔ اور بُری کو ناپسند۔ چنانچہ دین حقہ بھی تو یہی دعوت دیتا ہے کہ نیکی کا راستہ اختیار کیا جائے اور بدی کی راہ پر نہ چلا جائے۔ یعنی نیک بد میں خوب تمیز کر لی جائے۔ اس کے علاوہ بتا دیجئے کہ اسلام کیا ہے؟

برادرانِ گرامی قدر! یہ بالکل سیدھی بات ہے یہاں نہ ہی کسی منطق کی ضرورت ہے اور نہ ہی فلسفہ کی کہ اگر کوئی مذہب فطرت کے اس اصول کے خلاف پرچار کرے کہ نیکی بدی برابر ہے۔ نیک افراد اور بدکردار سب مساوی ہیں اچھے کو اچھا اور بُرے کو بُرا سمجھنا بُری بات ہے۔ نقصان ہو یا نفع بس خاموشی بہتر ہے تو ایسا مذہب فطرت سے انحراف کرتا ہے یا نہیں؟ عقل کی مخالفت ہو گی یا نہیں؟

انتہائی تعجب ہے کہ نجی زندگی میں تو انسان بات بات پر پھونک پھونک کر قدم رکھے مگر مذہب (جس کا تعلق مادی و روحانی دونوں زندگیوں سے ہے) کے معاملہ میں خلافِ فطرت اندھی تقلید کرتا رہے۔ اگر ایسا عقلاً یا مذہباً درست ہوتا تو پھر بتا دیجئے کہ انبیاء و مرسلین کی کیا ضرورت تھی؟ جبکہ حجتِ خدا کا مشن ہی حق و باطل میں تمیز بتانا ہوتا ہے۔

مگر افسوس یہ ہے کہ مذہب اہلسنت و الجماعت میں سب سے کاری ضرب اس ہی فطرت پر لگی ہے۔ کہ سنیوں کے مطابق اصحاب پر تنقید کرنا معیوب ہے اور ہر صحابی کا اتباع باعثِ نجات ہے۔ حالانکہ سب تسلیم کرتے ہیں کہ اصحاب معصوم نہیں اُن سے غلطی و خطا (سہواً و قصداً) کا سرزد ہونا ممکن ہے۔ نیز یہ کہ جماعت صحابہ میں نیکوکار اور دیندار حضرات رضوان اللہ علیہم کے علاوہ دُنیا پرست اور خطاکار افراد بھی تھے۔ جن سے کبائر کا سرزد ہونا کُتب میں مسلّمہ طور پہ مذکور ہے لیکن مذہب سُنیہ کی یہ پابندی کہ ان میں نیک و بد کی تمیز روا نہیں ہے اور تمام اصحاب

ہر طرح کی تنقید سے بالا ہیں۔ عقل و شعور کے صریحاً خلاف ہے۔

پس چونکہ یہ مذہب بنیادی طور پر ہی فطرت و عقل کے اشد خلاف اور غیر معقول ہے۔ لہٰذا لائق اتباع نہیں ہے۔

اس کے برعکس چونکہ مذہب شیعہ میں نیک و بد، اچھے بُرے کھوٹے کھرے کامل و ناقص۔ کرار و فرار وغیرہ کی تمیز کرنا ضروری ہے جو کہ فطری عقل و دانش کا تقاضا ہے لہٰذا یہی مذہب پیروی کے قابل ہے۔

مذہب شیعہ کی اساس کتاب خُدا اور اہلبیتِ رسُول خدا ہیں جن دونوں میں جدائی نہیں حتیٰ کہ حوض کوثر پر اکٹھے ہی بارگاہِ رسُول میں وارد ہوں گے اور دونوں ستون دراصل ایک ہی ہیں۔ کہ ایک کتاب صامت اور دوسرا کتاب ناطق ہے۔ ایک احکام ہے اور دوسرا تشریح۔ ایک بیان ہے دوسرا تعبیر ہے ایک کتاب ہے دوسرا معلم ہے کہ اکیلی کتاب بغیر معلم کے کافی نہیں ہوتی ہے ورنہ مدرسوں، سکولوں اور کالجوں وغیرہ سے اساتذہ کی چھٹی کر کے صرف طلباء میں کتابیں تقسیم کر کے نظام تعلیم کا سلسلہ جاری رکھ کر ثابت کیجئے

وما علینا الا البلاغ

طالب دُعا

عبدالکریم مشتاق

۵ اگست سنہ ۱۹۷۶ء

پتہ:۔

۸/۱۱/۵/۳ - ناظم آباد

کراچی نمبر ۱۸